چہلم: سوگواری سے یادگاری تک

گذشتہ شمارہ میں کربلا کی یاد کی بات چلی تھی۔ یہ یاد یادگاری کے سارے ریکارڈ توڑتے ہوئے آج بھی جیتی ہے، جوان ہے، اور رواں بھی ہے، اور مسلسل اپنے ابعاد (Dimensions) بڑھاتی جاتی ہے۔ یہ یاد اور یادگاری کئی طرح سے انوکھی بھی ہے۔ اغلباً یہ پہلی اور آخری دکھ بھری یاد ہے جو نہ صرف پائیداری کے ساتھ بنی رہی بلکہ اجتماعی 'تیوہار' میں ڈھل کر وقت کے بہتے ہوئے دھارے میں گھل مل گئی اور اس طرح کہ صدیاں بھی اس کے 'وقتی' برجستہ اثر کو دھندلا نہ کرسکیں۔ ساتھ ہی یہ اپنی آفاقیت (Universality) بھی درج کرتی رہی۔

اس یاد کو اس طرح یادگار بنانا اور یادگاری کی ان بلندیوں پر پہنچانا اپنے میں بڑا عظیم الشان کارنامہ ہے جو دو ہراول جانوں کا کام ہے۔ یہ دو جانیں (ثانی زہراؑ اور سید الصابرین سید سجادؑ) ایک جان ہی رہیں۔ ان کے عظیم الشان منصوبہ کا رسمی افتتاح تو شام میں ہوگیا تھا، لیکن اس کا پہلا اساسی انعقاد (پریمئر کہا جاسکتا ہے اگر اس لفظ کے مفہوم کو 'شو' کے ساتھ مخصوص نہ کیا جائے) اصل مرکز کربلا میں ہوا۔ یہ بنیادی سوگواری کا پہلا دن تھا۔ ابھی تک مصائب وشدائد کے مارے ہوئے سوگواروں کے ساتھ سوگ بھی قید تھا۔ ایسے میں، گھٹے ہوئے غم کے طوفان نے چھوٹتے ہی کیا انداز اختیار کیا ہوگا، اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ کہا جاتا ہے کہ سوگواری کا یہ دن ۲۰؍صفر یعنی شہیدانِ کربلا کے چہلم (وہ بھی پہلا چہلم نہیں بلکہ اس) کی سالگرہ تھی جو فطری عزائی شان کے ساتھ نسبتاً آزاد فضا میں منائی گئی۔ یہ چہلم نہ کئے جانے کی کسک تھی یا اس یادگار سوگواری کے اصل کارپردازوں کا منصوبہ تھا کہ چہلم اس یادگاری کے کلنڈر میں شامل ہوگیا اور اس طرح کہ بغیر کسی نسبت کے چہلم کہنے پر یہی شہیدان کربلا کا چہلم سمجھا جاتا ہے۔ 'لکھنؤ' نے اپنے زمانے میں اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے عزا اور تعزیہ داری کو آگے بڑھا کر چہلم تک کردیا۔ (بعد میں یہ عزاداری ۸؍ربیع الاول تک ہوگئی۔) چہلم تک عزاداری کی توسیع کی بظاہر 'بیگماتی' تحریک عوامی مقبولیت بھی پاگئی۔ اسی اہمیت کے پیش نظر شعاع عمل کا زیر نظر شمارہ اسی یادگار دن چہلم کے نام معنون ہے۔ امید ہے قارئین کرام کا ذوق بھی اس کی پاک دعوت فکر ونظر کو قبول کرے گا۔

(م۔ر۔عابد)